98

غیبت کی تعریف اور اس سے بچنے کی تاکید

(فرمودہ ۲۹ر اکتوبر ۱۹۲۰ء)

حضورِ انور نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"مَیں نے جیسا کہ چند جمعے گزرے ہیں۔ بیان کیا تھا۔ تکمیل ایمان کے لیے جن اُمور کی ضرورت ہے ان کے متعلق ٹکڑے ٹکڑے کر کے مختلف خطبات میں بیان کرونگا۔ اور یہ بھی مَیں نے ذکر کیا تھا کہ مَیں زیادہ تر ان اُمور کے متعلق بیان کروں گا۔ جو آپس کے معاملات سے تعلق رکھتے ہیں۔ معاملات سے میری مُراد خرید و فروخت اور لین دین نہیں۔ بلکہ ایک انسان کے دوسرے انسان کے ساتھ تعلقات ہیں۔

ان کے متعلق مَیں نے بتایا تھا کہ وہ دو حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ ایک وہ باتیں ہیں۔ جن کے کرنیکا شریعت نے حکم دیا ہے۔ اور دوسری وہ جن کے نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ یعنی بعض ایسی باتیں ہیں کہ جن کے نہ کرنے سے ایمان ناقص رہتا ہے۔ اور بعض ایسی ہیں۔ جن کے کرنے سے ناقص رہتا ہے۔ ان دونوں قسم کی باتوں کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے۔

آج بھی میں اسی سلسلہ میں سے ایک کڑی کو لیکر اس کے متعلق بیان کرتا ہوں۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ دُنیا میں اعمال کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک وہ اعمال حسنہ ہوتے ہیں کہ جن کے کرنے میں انسان کو لطف اور فائدہ عاجل حاصل ہوتا ہے۔ اور ایک وہ جن کا نقد بہ نقد نفع اور فائدہ معلوم نہیں ہوتا۔ اور ان کو بظاہر چٹی سمجھتے ہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جو سمجھدار اور واقف ہوں۔

اسی طرح وہ اعمال جو نہ کرنے کے ہوتے ہیں۔ وہ بھی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جن کو نہ کرنا چاہیئے اور نہ انسان کو ان کے کرنے میں کوئی فائدہ نظر آتا ہے اور ایک وہ جن کو نہ کرنا چاہیئے۔ لیکن ان میں یا تو انسانوں کو فائدہ نظر آتا ہے یا مزہ آتا ہے۔

جس طرح کرنے والے اعمال میں سے وہ زیادہ گراں اور بوجھل نظر آتے ہیں۔ جن کو کرنا چاہیئے مگر ان میں لُطف نہیں آتا۔ یا عاجل فائدہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح نہ کرنے والے اعمال میں سے ان کا چھوڑنا بہت

مشکل ہوتا ہے جن کے کرنے میں لطف حاصل ہو۔ اور فائدہ نظر آتا ہو۔ بہ نسبت ان کے جن کے کرنے میں کوئی فائدہ اور لطف نہ آتا ہو۔

آج میں ان میں سے ایک ایسے امر کے متعلق بیان کروں گا۔ جس میں بظاہر نہ نفع ہوتا ہے اور نہ لطف، لیکن عادتاً گویا بعض ایسے مخفی احساسات کی وجہ سے جن کو ابھی تک کم از کم میں محسوس نہیں کر سکا۔ انسان کو لطف معلوم ہوتا ہے۔ گو بظاہر لطف کی کوئی وجہ نہیں ہوتی۔ اور بہت کام ایسے ہیں۔ جن میں لطف کی بظاہر کوئی وجہ نہیں ہوتی، مگر لوگوں کو مزا آتا ہے۔ یا کم از کم ایسے لوگوں کو مزا آتا ہے۔ جن کی روحانیت درست نہ ہو۔ مثلاً اگر کوئی شخص راستہ چلتے چلتے گر جائے تو بہت اُسے دیکھ کر ہنس پڑینگے۔ اور ان کی ہنسی رُک نہیں سکے گی۔ حتیٰ کہ اگر وہ کسی ایسے کام مشغول ہوں جس میں ہنسنا جائز نہ ہو۔ مثلاً نماز پڑھ رہے ہوں تو اس وقت بھی انہیں ہنسی آجائے گی۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ یہ ایک بہت باریک اور مخفی مسئلہ ہے اور جب تک انسانی خیال کا لمبا مطالعہ نہ کیا جائے۔ اس کی وجہ معلوم کرنا مشکل ہے اور پھر وہ وجہ بھی ایسی باریک ہوگی کہ اس کے متعلق یقینی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ درست ہوگی۔

اسی طرح لوگ پاگل اور مجنون پر ہنستے ہیں۔ حالانکہ وہ قابل رحم ہوتا ہے نہ کہ ہنسی کے قابل، لیکن اس کی حرکات کو دیکھ کر اور باتوں کو سُنکر اچھے اچھے سنجیدہ لوگ ہنسنے لگ جاتے ہیں۔ ان کو کیوں ہنسی آتی ہے؟ اس کی کوئی معقول وجہ نہیں ہوتی۔ پاگل کی دیوانگی کی حرکات کودنا۔ بھاگنا۔ ننگا ہونا۔ بکواس کرنا کیا لطف رکھتی ہیں۔ اور ان سے لوگوں کو کیا مزا آتا ہے۔ اس کی کوئی وجہ وہ بیان نہیں کر سکتے۔ یا عام طور پر ہر انسان بیان نہیں کر سکتا۔ سوائے اس کے جس نے انسانی خیالات کا ایک لمبا تتبع کیا ہو۔ لیکن وہ بھی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ یہ وجہ صحیح ہے۔ ابھی یہ تحقیقاتیں بچپن کی حالت میں ہیں۔ اور ان کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا۔

مگر اس میں شک نہیں۔ لوگوں کو مزا آتا ہے۔ پاگلوں کی حرکات پر اور گرنے والوں پر۔ اسی طرح اور کئی باتیں ہیں۔ جن میں لوگوں کو مزا آتا ہے۔ حالانکہ مزے کی کوئی وجہ نہیں ہوتی۔ وہ بات جو میں اس وقت بیان کرنے لگا ہوں۔ وہ بھی ایسی ہی ہے۔ اس میں بھی لوگ مزا پاتے ہیں۔ مگر اس کی انہیں کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ وہ کیا ہے وہ غیبت ہے۔ اس کے متعلق ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی لطف کی وجہ نہیں ہوتی مگر ایک شخص دوسرے شخص کے عیب بیان کرتا ہے اور دیکھنے والا دیکھتا ہے کہ سننے والے کو بڑا مزا آرہا ہے۔ اسی طرح بیان کرنے والے کو بھی اور جوں جوں زیادہ تشریح کرتا جاتا ہے۔ ان کے چہروں سے

خوشی کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں بعض دفعہ جسکے عیب بیان کئے جا رہے ہوں۔ وہ انکا دوست ہوتا ہے بعض دفعہ محسن ہوتا ہے اور بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اسکے عیوب کے اظہار پر انکو نقصان بھی پہنچتا ہے مگر باوجود اس کے ان کو مزا آتا ہے۔ کیوں؟ دُنیا میں قلیل ہی ایسے اشخاص ہونگے جو اس کی وجہ بیان کر سکیں۔ اور جو مزا اُٹھانے والے ہیں۔ وہ تو قریباً تمام کے تمام ایسے ہونگے۔ کہ کوئی وجہ بیان نہیں کر سکیں گے مگر باوجود اس کے گھنٹہ گھنٹہ ایک شخص غیبت کرتا جائیگا۔ اور اس کے چہرہ سے ایسے آثار ظاہر ہونگے۔ کہ گویا اسے کوئی عظیم الشان کامیابی حاصل ہو رہی ہے۔ اور سننے والے بھی اتنے مشغول ہوتے ہیں کہ اگر کوئی ضروری کام کے لیے بھی بُلاتے تو ناراض ہوتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ ٹھہرو ابھی آتے ہیں کام کر رہے ہیں۔ اور ان کے بشروں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہیں کوئی ایسی خوشی کی بات معلوم ہوئی ہے جیسے کسی کے ہاں بیٹا پیدا ہو۔ یا کوئی جائیداد مل جاتے۔ یا حکومت اور عزت حاصل ہو۔ گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی انعام کی بڑی سے بڑی چیز ان کو مل گئی ہے۔ جس پر خوشی کا اظہار کر رہے ہیں کبھی ہاتھ مارینگے کبھی سر ہلائینگے کبھی مسکرائیں گے کبھی ہنسیں گے اور ایسے لُطف کا اظہار کرینگے کہ انکی زیست کا مدار وہی بات ہے۔ لیکن اگر پوچھو کہ کیوں مزا آرہا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ تو قطعاً نہیں بتا سکیں گے۔ نہ بیان کرنے والا اور نہ سننے والے۔

مگر کہیں چلے جاؤ۔ کسی ملک میں جاؤ۔ کسی علاقہ میں جاؤ۔ کسی قوم میں جاؤ۔ ہر جگہ اور ہر قوم کے لوگوں میں یہ بات پاؤ گے۔ سب سے زیادہ حقیقت پر روشنی ڈالنے والا مذہب اسلام ہے۔ اس کی طرف منسوب ہونے والے لوگوں میں بھی ایسے نظر آئیں گے۔ جو ایک دوسرے کی غیبت کر رہے ہونگے۔ ایک بہت قدیم تہذیب کے مالک ہندو ہیں۔ جن کے اس دعویٰ کو ہم قبول کریں یا نہ کریں کہ ان کی تہذیب دنیا کے ابتداء سے چلی آتی ہے۔ مگر اتنا تو ماننا پڑیگا کہ ان کی روایات نہایت قدیم ہیں۔ اور ان کے تمدنی قواعد بہت لمبے عرصہ سے چلے آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ان کے نیچے ایسے دبے ہوتے ہیں کہ گویا ان کی فطرت میں داخل ہو گئے ہیں۔ اس قوم میں بھی یہ بات پاؤ گے کہ غیبت کرنے والے کو بھی مزا آتا ہوگا اور سُننے والے کو بھی۔

پھر ان لوگوں میں چلے جاؤ۔ جو کہتے ہیں کہ ہم نے علم اخلاق کے ابواب کو کھول کھول کر پڑھ لیا ہے اور جو کہتے ہیں کہ ہم اخلاق کے اس اعلیٰ درجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ ہمارا حق ہے تمام دُنیا پر حکومت کریں اور لوگوں کو تہذیب۔ تمدن اور اخلاق سکھائیں۔ ان میں بھی یہی بات نظر آئیگی۔ اور عام لوگوں میں ہی نہیں۔ بلکہ ان کے اعلیٰ طبقہ کے لوگوں۔ فلاسفروں۔ سیاست دانوں محققوں میں بھی پائی جاتی ہے۔

توسب لوگوں کو اس میں لُطف آتا دکھیو گے۔ مگر کیوں؟ اس پر وہ بھی خاموش رہ جائیں گے۔ پس تمام دُنیا پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی وجہ ہو یا نہ ہو۔ لوگ عادت یا ایسی باریک وجوہات کی بنا پر جن کا بیان کرنا ایک زائد تفصیل ہو جائے گی۔ اور جن کے بیان کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ مزا اُٹھاتے ہیں۔ مگر باوجود اس کے لطف کے اور اس کے عام اور وسیع الاثر ہونے کے شریعت اسلام نے اور قریباً باقی تمام مذاہب نے اس سے منع کیا ہے۔

اگر ذرا غور سے دکھیا جائے۔ تو معلوم ہو جاتا ہے کہ وقتی مزے کے سوا جو غیبت کرنے کے وقت حاصل ہوتا ہے بعد میں اس کے بڑے بڑے خطرناک نتائج نکلتے ہیں۔ بڑی بڑی قومیں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔ لڑائی جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔ دوستیاں اور رفاقتیں ٹوٹ جاتی ہیں محسنوں اور ہمدردوں سے تعلقات ٹوٹ جاتے ہیں رشتہ داریاں خراب ہو جاتی ہیں۔ گورنمنٹ اور رعایا میں فساد پیدا ہو جاتے ہیں۔ غرض بہت خطرناک نتائج نکلتے اور لوگ بہت دُکھ اُٹھاتے ہیں۔ مگر پھر بھی کرتے ہیں۔

غیبت کرنے میں انھیں مزا تو خیر آتا ہی ہے۔ مگر اس کی بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں۔ زبان سے بات کہنے کا کیا ہے۔ چنانچہ ایسے لوگوں سے جب پوچھیں کہ تم نے فلاں کے متعلق یہ کہا ہے تو کہتے ہیں۔ ہم نے تو کچھ نہیں کہا۔ بات تھی۔ جو کہدی۔ تو وہ سمجھتے ہیں۔ زبان کچھ کرتی ہی نہیں۔ جو چاہیں کہدیں۔ اس کا کچھ نتیجہ نہیں ہوگا۔ حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ زبان ان چیزوں میں سے ہے۔ جو انسان کو دوزخ میں گرانے میں بہت دخل رکھتی ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ نے اس کو حفاظت میں رکھنے پر زور دیا۔ ایک صحابی نے کہا زبان کا کیا ہے۔ فرمایا۔ زبان کی باتوں کا جہنم کو پُر کرنے میں بہت بڑا حصہ ہے[1] تو عام طور پر لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ زبان کی بات کا کیا ہے۔ ہم نے تو بات کہی تھی۔ کیا کچھ نہیں۔ حالانکہ کہنا بھی ایک ایسی بات ہے جو ایمانیات میں داخل ہے چنانچہ ایمان میں یہ بات شامل ہے کہ انسان دل سے مانے اور زبان سے کہے۔ تو زبان کو ایمان کا جزو قرار دیا گیا ہے اگر ایک شخص خدا کو مانتا ہے۔ رسول کریمؐ کو مانتا ہے۔ مگر منہ سے نہ کہے تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ایسا شخص کافر ہے۔ پس جب بڑے بڑے خطرہ میں انسان زبان کی وجہ سے پڑ سکتا ہے۔ تو چھوٹے میں کیوں نہیں پڑ سکتا۔ لوگوں کو یہ بہت بڑی غلطی لگی ہے کہ وہ زبان کی حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ حالانکہ اس کی بہت بڑی حقیقت ہے۔

---

[1] بخاری بروایت مشکوٰۃ کتاب الادب باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم

اس تمہید کے بعد مَیں بتاتا ہوں کہ غیبت کیا ہے۔ اکثر اس کو سمجھتے نہیں اور کرتے ہیں۔ بالعموم لوگ کہتے ہیں کہ پیٹھ پیچھے جھوٹی بات بیان کرنا غیبت ہوتی ہے۔ مگر اصل میں غیبت اس کو نہیں کہتے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ تعریف کی ہے کہ ایسی بات جو کسی بھائی کی پیٹھ پیچھے کہے۔ اور وہ اُسے بُری لگے۔ اور وہ سچی ہو۔ ہر ایک بات پیٹھ پیچھے کرنا غیبت نہیں۔ مثلاً اگر کوئی کہے فلاں آدمی بڑا نیک ہے تو یہ غیبت نہیں ہوگی۔ اور نہ ہی غیبت یہ ہے کہ کسی کے متعلق پیٹھ پیچھے جھوٹی بات کہے۔ یہ تو افترا۔ ہے۔ ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کیا سچی بات کہنی بھی غیبت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہی تو غیبت ہے۔ اگر کوئی جھوٹ بولتا ہے تو وہ افترا۔ کرتا ہے[1] پس غیبت کے یہ معنی ہیں کہ کسی کے پیچھے وہ بات بیان کرنا کہ جسے اگر وہ سُنے۔ تو اُسے بُری لگے اور تم سمجھتے ہو کہ اس میں پائی جاتی ہے خواہ فی الواقع اس میں ہو یا نہ ہو۔

یہاں مَیں نے سمجھنے کی شرط اس لیے لگادی ہے کہ اگر کوئی غیبت کرتا ہے تو اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ جو کچھ وہ کہتا ہے۔ وہ فی الواقعہ صحیح بھی ہے۔ ہاں یہ ہوتا ہے کہ بیان کرنے والا اس کے متعلق ایسا سمجھتا ہے۔

مَیں سمجھتا ہوں۔ غیبت کی یہ تعریف معلوم کرکے بہت لوگ اس سے بچ سکتے ہیں۔ کیونکہ اکثر اسی لیے اس کے مرتکب ہوتے ہیں کہ سمجھتے نہیں۔ غیبت کیا ہے اور اچھے اچھے پڑھے لکھے کہدیا کرتے ہیں کہ سچی بات کو بیان کرنا غیبت نہیں۔ حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جھوٹی بات غیبت نہیں۔ بلکہ بہتان اور افترا۔ ہے۔ تو ایک بات کو سچا سمجھ کر بیان کرنا غیبت ہے۔

پھر اکثر لوگ یہ سمجھ کر غیبت کرتے ہیں کہ یہ اپنی ذات میں کوئی بُری بات نہیں۔ حالانکہ غیبت کی بُرائی اول تو یہی ہے کہ اس کے ذریعہ جس پر کوئی الزام لگایا جاتا ہے۔ وہ دُور نہیں کر سکتا۔ مثلاً اگر کوئی ایک بھائی کے متعلق کہے کہ نماز نہیں پڑھتا۔ یا چوری کرتا ہے۔ مگر اُسے پتہ بھی نہ ہو۔ تو اس سے زیادہ اور کیا ظلم ہوگا۔ دیکھو خطرناک سے خطرناک مجرموں کو بھی عدالتیں اپنی بریت کا موقع دیتی ہیں۔ پھر کسقدر ظلم ہے کہ ایک بھائی پر الزام لگا کر اس کو بریت کا موقع نہ دیا جائے۔ قرآن کریم نے اس کو ایسا بتایا ہے جیسے مُردہ بھائی کا گوشت کھانا۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ یَّاۡکُلَ لَحۡمَ اَخِیۡہِ مَیۡتًا۔ (الحجرات: ۱۳) کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ جس طرح اگر کوئی

---

[1] مسلم بروایت مشکوٰۃ کتاب الادب باب حفظ اللسان

مُردہ شخص کا گوشت کھاتے۔ تو مُردہ مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح جس کی غیبت کی جائے وہ بھی تردید نہیں کر سکتا۔

پھر غیبت کرنا ہی بُرا نہیں۔ بلکہ غیبت سُننا بھی بُرا ہے۔ کیونکہ جو غیبت سُنتے ہیں۔ وہ غیبت کراتے ہیں۔ پس اوّل تو چونکہ یہ خود عیب ہے۔ اس لیے جس طرح کسی کو غیبت کرنے میں گناہ ہے۔ اسی طرح غیبت سننے میں بھی گناہ ہے، لیکن جو سُنتا ہے وہ چونکہ بیان کرنے والے کو تحریک کرتا اور جرأت دلاتا ہے۔ اس لیے بھی گنہگار ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیبت سننے سے بھی منع فرمایا ہے اور ساتھ ہی یہ فرمایا ہے کہ اگر کوئی کسی بھائی کا عیب بیان کرتا ہے اور سُننے والا اس کو ردّ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی قیامت کو اس کے گناہوں کو ردّ کریگا[1]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف غیبت سُننے کو گناہ بتایا ہے بلکہ اس کے رد کرنے کو نیکی ٹھہرایا ہے۔ پس مومن کو چاہیئے کہ اگر کوئی اس کے سامنے کسی بھائی کی غیبت کرے تو وہ اس کا رد کرے یعنی جوابات بیان کی جائے۔ اس کے رد کرنے کی اس کے پاس وجوہات ہوں۔ تو ان کو پیش کرے اور اگر اسے رد کرنے کے کوئی بات معلوم نہ ہو۔ اور سمجھ میں نہ آئے تو غیبت کرنے والے کو روکے۔ اور اگر وہ نہ رُکے۔ تو اس کے پاس اُٹھ کر چلا آئے۔ یہ تین باتیں مومن کا فرض ہیں۔ اوّل یہ کہ اگر کوئی اس کے سامنے کسی بھائی کا عیب بیان کرے تو اُسے کہے جو نتیجہ تم نکالتے ہو یہ صحیح نہیں۔ اصل بات یہ ہے۔ دوم اسے سمجھاتے کہ ایسا نہ کرو اور سوم یہ کہ اگر وہ نہ مانے تو وہاں سے اُٹھ کر چلا جائے۔

یہ تو غیبت کے متعلق احکام ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر موقع پر کسی کا عیب بیان کرنا بُرا نہیں ہوتا۔ بلکہ بعض جگہ ضروری ہوتا ہے۔ اس وقت اس کو غیبت نہیں کہا جائیگا۔ غیبت ایک اصطلاح ہے۔ اور یہ اسی وقت استعمال کی جائے گی جبکہ خواہ مخواہ کسی کے عیب بیان کئے جائیں، لیکن اگر کوئی شخص کسی کا عیب بیان کرنے پر مجبور ہے یا اوروں کو اس کے بیان کرنے سے فائدہ پہنچتا ہے۔ تو اس کا بیان کرنا نیکی اور ثواب کا کام ہوگا۔ مثلاً ایک ایسا شخص ہے۔ جو جماعت یا قوم کے خلاف کوئی سازش کرتا ہے یا بُری باتیں پھیلاتا ہے تو اس کے متعلق اطلاع دینا اور اس کی شرارتوں سے ذمہ وار لوگوں کو آگاہ کرنا ضروری ہے اسی طرح کسی کو پتہ لگے کہ زید بکر کو قتل کرنا چاہتا ہے اگر وہ بکر کو نہیں بتاتا یا گورنمنٹ کو اس کی اطلاع نہیں دیتا۔ تو گناہ کرتا ہے۔ یہ غیبت نہیں ہوگی اور اسکا بیان کرنا ضروری ہوگا۔ تو کسی بات کے بیان کرنے اور بتانے میں یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس کے بیان کرنے میں نفع ہے یا نقصان۔ اگر اس سے کوئی اچھا نتیجہ نکلتا ہو۔ کسی بُرائی کا سدباب ہوتا ہو۔ کسی کو فائدہ پہنچتا ہو تو اس کا نہ بیان کرنا گناہ ہوگا۔ جس طرح غیبت کرنا

گناہ ہے۔

مثلاً اگر کسی کو معلوم ہو کہ فلاں شخص مفید اور فائدہ رساں چیز کو بگاڑنے کی کوشش کر رہا ہے یا گورنمنٹ کے خلاف کوئی کارروائی کر رہا ہے یا جماعت کے خلاف کسی شرارت سے کام لے رہا ہے یا کسی خاندان کو تباہ کرنے میں لگا ہوا ہے یا کسی فرد واحد کو نقصان پہنچانے لگا ہے تو اس کا چھپانا گناہ ہوگا۔ اور اس کا ظاہر کرنا غیبت نہیں کہلائے گا۔ بلکہ یہ جائز اور ضروری ہوگا۔

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو جماعت کے خلاف سازش کرتے۔ بدگوئیاں کر کے جماعت کے انتظام کو بگاڑتے، خرابیاں بیان کر کے لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا کرتے ہیں۔ ان کی باتیں سُننے والا اگر خاموش رہے اور یہ سمجھے کہ میں نے ثواب کا کام کیا ہے۔ تو یہ صحیح نہیں۔ ایسی باتوں کے متعلق خاموش رہنا ثواب نہیں۔ بلکہ گناہ ہوگا۔ کیونکہ جو شخص ایک جماعت کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے اُسے اگر قتل بھی کرنا پڑے تو ضروری ہے۔ اسی طرح وہ شخص جو جماعت کا قائم مقام ہو۔ اس کا قتل کرنا جماعت کا قتل کرنا ہوگا اور یاد رکھنا چاہیئے۔ قتل کرنا تلوار سے ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے درجہ، اس کی حیثیت کو کم کرنا یا اس کے خلاف بُرائی اور بد دلی پھیلانا بھی قتل کرنا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کو جس نے ایک دوسرے شخص کی اس کے منہ پر تعریف کی۔ فرمایا تو نے اس کو قتل کر دیا[1] تو قتل کئی طرح سے کیا جاتا ہے۔ پس اگر کوئی ایسی بات کو چھپاتا ہے۔ جو جماعت کے خلاف ہے، جماعت کے قائم مقام کے خلاف ہے تو وہ گناہ کرتا ہے۔ کیونکہ جس طرح کسی کا عیب بلاوجہ بیان کرنا گناہ ہے اسی طرح اگر کوئی جرم کا ارتکاب کر رہا ہو۔ تو اس کا چھپانا منع ہے ایسے فعل چار قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) اگر کوئی حکومت یا امام کے خلاف شرارت کر رہا ہو۔ تو اس کا چھپانا منع ہے (۲) اگر کوئی ایسا فعل کر رہا ہو کہ اس کی ذات کو اس سے نقصان پہنچنے والا ہو۔ مثلاً کوئی شخص زہر کھانے لگا ہو۔ اس کو اگر کوئی شخص ایسا ہے۔ جو روک سکتا ہے تو اُسے نہ بتانا گناہ ہے (۳) یہ کہ ایک ایسا عیب ہے جس کے بیان نہ کرنے سے اس کی ذات کو نقصان پہنچتا ہو۔ مثلاً کسی نے اس کا مال دبا لیا ہو۔ اور وہ قاضی کے پاس عدالت میں جا کر اس بات کو بیان نہ کرے۔ تو اُسے مال کس طرح مل سکے گا۔ تو ایسی باتوں کا بیان کرنا بھی جائز ہے۔ ہاں اگر بیان نہ کرے۔ تو گناہ نہیں ہے۔ یا مثلاً کسی نے اس کو مارا۔ اس کے

---

[1] بخاری و مسلم بروایت مشکوٰۃ کتاب الادب باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم

لیے جائز ہے کہ عدالت میں جاتے اور اس واقعہ کو بیان کرے، لیکن اگر نہ جاتے اور نہ بیان کرے تو یہ اس کیلئے ناجائز نہیں ہوگا۔ پہلی دو باتیں جو میں نے بیان کی ہیں۔ اُن کا نہ بیان کرنا گناہ کرنا ہے اور بیان کرنا ثواب کا کام ہے، لیکن یہ ایسی ہے کہ نہ بیان کرنا گناہ نہیں اور بیان کرنا جائز ہے۔

اس میں میں نے ایک شرط لگائی ہے۔ اس کو مدنظر رکھنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ اس عیب کو بیان کرنا چاہیئے۔ جو اس کی ذات کے لیے فائدہ مند ہو یعنی جو عیب بیان کرے۔ اسی میں اس کا فائدہ ہو۔ مثلاً کسی نے مارا ہے اور اس بات کو بیان کرکے بدلہ لینے میں اس کا فائدہ ہے، لیکن اگر کسی نے تھپڑ مارا ہو اور اس کا جھوٹ بیان کرتا پھرے۔ تو یہ ناجائز ہوگا۔ اس کا مجسٹریٹ کے پاس جاکر کہنا کہ فلاں نے مجھے تھپڑ مارا ہے یہ تو جائز ہے، لیکن اگر وہ جاکر یہ کہے کہ فلاں جھوٹ بولتا ہے یا اس کا کوئی اور عیب بیان کرے۔ تو یہ ناجائز ہے۔

(۴) یہ کہ ایسا عیب جس سے دوسروں کو نقصان پہنچتا ہو۔ اس کا بیان کرنا بھی ضروری ہوگا، لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جب اس کی اپنی ذات کے متعلق ہو۔ تو جائز ہوگا اور اسے حق ہوگا کہ بیان کرے یا نہ کرے کیونکہ اپنی ذات کے متعلق عفو اور درگذر کرنے کا وہ حق رکھتا ہے، لیکن دوسروں کے متعلق یہ حق نہیں رکھتا اس لیے دوسروں کو اگر نقصان پہنچتا ہو تو اس کا بیان کرنا اس کے لیے ضروری ہے۔

ان چار اُصول کے ماتحت عیب بیان کرنا جائز ہوگا انہی کے ماتحت یہ بھی جائز ہوگا۔ کہ مثلاً کسی نے مشورہ کرنا ہے۔ ایک جگہ شادی کرنا چاہتا ہے اور پوچھتا ہے کہ فلاں لڑکی میں کوئی عیب ہو تو بتاؤ اس کے جواب میں اگر کوئی عیب بیان کرتا ہے تو یہ بھی جائز ہوگا۔

اسی طرح سب باتیں ان چار قسموں میں داخل ہیں۔ مذہب۔ سیاست۔ حکومت کے خلاف کوئی بات ہو یا (۲) ایسی بات ہو کہ اس کی ذات کو اس سے نقصان پہنچتا ہو۔ جیسا کہ زہر کی مثال سے میں نے سمجھایا ہے۔ ایسا ہی اعتقادات میں خرابی ہو۔ اگر اس کے متعلق نہ بتایا جائیگا تو اسے نقصان پہنچیگا۔

غرض جتنے عیوب بیان کرنے جائز ہیں وہ سب ان چاروں قسموں کے اندر آجاتیں گے۔ لوگوں نے ان کی بہت سی قسمیں مقرر کی ہیں، مگر اصل میں یہ چار ہی ہیں۔ ان کے اندر سارے آجاتے ہیں۔ ان سب کی ایک قسم یہ ہے کہ وہ عیب بیان کرنے جائز ہیں۔ جن سے کسی نہ کسی کو نقصان پہنچتا ہو۔ یہ بڑی قسم ہے، اس کے نیچے چاروں قسمیں آجائیں گی۔

پھر یاد رکھو وہی عیب بیان کرنا چاہیئے جو حقیقی طور پر ہو اور جس کا تدارک کیا جاسکتا ہو۔ اگر ایسا نہیں تو پھر اس کا بیان کرنا جائز ہے۔ یا بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے بیان کرنے سے فائدہ ہوتا ہے

اور نہ بیان کرنے سے نقصان۔ یا بعض ایسے کہ جن کے بیان کرنے سے فائدہ ہوتا ہے اور نہ بیان کرنے سے نقصان نہیں ہوتا۔ حاکموں اور ذمہ وار لوگوں کے پاس عیب بیان کرنے پر قرآن نے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زور دیا ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی رکھا ہے کہ ایسے عیب کہ جن کے بیان کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہو یا جن کی وجہ سے کوئی نقصان نہ ہوتا ہو۔ بلکہ ذاتی عیوب ہوں۔ ان کو بیان نہیں کرنا چاہیئے۔ ان کے بیان کرنے سے خاص طور پر روکا گیا ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگوں کے عیب میرے سامنے اس رنگ میں بیان نہ کرو کہ میرے دل میں اُن سے نفرت پیدا ہو۔ یہی اچھا ہے کہ میں جب گھر سے نکلوں تو سب کی محبت میرے دل میں ہو[1] تو حاکم یا قاضی یا خلیفہ یا امام کے پاس کسی کے ذاتی عیب اس لیے بیان کرنے کہ اس کے دل میں نفرت پیدا ہو۔ منع ہیں۔ صرف ایسے عیب بیان کرنے جائز ہونگے کہ جن کی اصلاح کی طرف توجہ دی جا سکے یا ایسے کہ اگر نہ بیان کئے جائیں تو دوسروں کو نقصان پہنچے، لیکن اگر یہ نہ ہو تو امام یا خلیفہ کے پاس ان کا بیان کرنا ناجائز ہوگا۔

غیبت کے یہ پہلو ہیں۔ ان کو مدِنظر رکھنا ہر ایک مومن کے لیے ضروری ہے اور چونکہ یہ ایک عام عیب ہے۔ اس لیے جب تک اس کی طرف خاص توجہ نہ رکھی جائیگی۔ اس سے بچنا مشکل ہوگا۔ کیونکہ جو باتیں انسان سے عادتاً سرزد ہو جاتی ہیں۔ اُن پر جب تک ایک لمبے عرصہ تک خیال نہ رکھا جائے۔ انسان بچ نہیں سکتا۔ غیبت چونکہ عادت کے طور پر کی جاتی ہے۔ اس لیے اس کے متعلق بھی سوچنا چاہیئے۔ اور ایک لمبے عرصہ کے بعد انسان اس سے بچ سکے گا۔

پس چونکہ یہ ایک عام مرض ہے۔ اس لیے اسے خاص طور پر مدنظر رکھو۔ یوں خواہ عہد کرلو کہ غیبت نہیں کرینگے، لیکن اس طرح نہیں بچ سکوگے اور ممکن ہے یہاں سے اُٹھتے ہی کوئی کرنے لگ جائے۔ کیونکہ اسے اس بات کا احساس ہی نہیں ہوگا کہ مَیں غیبت کر رہا ہوں۔ بلکہ وہ عادتاً کریگا پس اسی وقت یہ عہد بھی کرلو کہ اپنے نفس کا مطالعہ کرتے رہیں گے اور دیکھتے رہیں گے کہ غیبت سے آلودہ نہ ہوں۔ اس طرح اگر کروگے تو چار پانچ چھ ماہ یا جتنی جتنی کسی کی استعداد ہوگی۔ اس کے مطابق وہ جلدی بچ سکے گا اور پھر اس کی یہ حالت ہو جائیگی کہ پہلے جس طرح بغیر احساس کے غیبت کرتا تھا اسی طرح بغیر کوشش اور سعی کے غیبت سے بچتا رہے گا۔

خدا تعالیٰ ہماری جماعت کو اس بات کے سمجھنے کی توفیق دے۔ آمین

(الفضل ۴ نومبر ۱۹۲۰ء)

---

[1] ابو داؤد بروایت مشکوٰۃ کتاب الادب باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم